تعزیراتِ اسلام

مولانا بشیر احمد صاحب قاضی - باغ - آزاد کشمیر

(۱۷)

ذمی کی دیت | تشریح ۴

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی اور مستامن کی دیت وہی ہے جو مسلمان کی ہے، جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے (یعنی دیتِ کاملہ کا ثلث) اور مجوسی کی آٹھ سو درہم ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک چھ ہزار درہم ہے یعنی مسلمان کی دیت کا نصف ہے[۱] اور یہی مذہب امام احمدؒ کا بھی ہے[۲]۔

امام شافعیؒ اپنے موقف پر حضرت عبادہؓ بن صامت کی روایت سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس میں یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم مذکور ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو بھی ذکر کرتے ہیں اور اس میں مجوسی کی آٹھ سو درہم دیت مذکور ہے۔ علاوہ ازیں وہ عقلی دلیل بھی دیتے ہیں کہ جب عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے تو کفر جو انوثت سے زیادہ کمزور چیز ہے، اس کی وجہ سے کافر کی دیت بدرجۂ اولیٰ کم ہونی چاہیئے[۳]۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی دلیل عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی

---

[۱] ہدایۃ جلد ۴ ص ۵۰۶ و احکام القرآن جلد ۲ ص ۲۳۸

[۲] المغنی جلد ۹ ص ۵۲۷

[۳] البدائع جلد ۷ ص ۲۵۴ والمغنی جلد ۹ ص ۵۲۸

روایت ہے یعنی یہ کہ " دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ " یعنی معاہدہ کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔ یہ روایت دوسرے الفاظ سے بھی منقول ہے۔ مثلاً عقل الکافر نصف دِيَةِ عَقْلِ الْمُسْلِمِ "[1] یعنی اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ حدیث عبادہ کو اہل سنن نے بیان نہیں کیا بظاہر یہ روایت صحیح نہیں ہے[2]
اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا اپنا عمل اس کے مطابق نہیں ہے جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قتل مومن کے بارے میں فرمایا " دِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ " (یعنی دیت مقتول کے ورثاء کی دی جائے گی) اس کے بعد فرمایا۔ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ " اس حکم میں قتل مومن کی دیت کے ذکر کے بعد معاہد کی دیت کا ذکر کیا گیا ہے اور دونوں جگہ الفاظ ایک ہی ہیں یعنی " دِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ " اس میں معاہد کی دیت کی کوئی تفصیل نہیں ہے جس سے ظاہر یہی ہے کہ معاہد کی دیت وہی ہے جو پیچھے مومن کی بیان کی گئی ہے[3]۔

۲۔ حدیث میں آتا ہے کہ " دية كل ذي عهد في عهده الف دينار " یعنی معاہد کی دیت جب تک وہ عہد کے اندر ہے ایک ہزار دینار ہے۔" اور یہی مسلمان کی دیت ہے۔

۳۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر کرتے ہیں[4]
انہی کی دوسری سند اس طرح ہے کہ ایک مرد نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جس کا مقدمہ

---

[1] البدائع جلد ۷ ص ۲۵۴ والمغنی جلد ۹ ص ۵۲۸ [2] ایضاً
[3] البحر جلد ۸ ص ۳۷۵۔
[4] ایضاً

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیش ہوا تو آپ نے مجرم کو قتل نہیں کیا (اس لیے کہ شبہ ہو گیا ہو گا) بلکہ ایک ہزار دیت مقرر کی۔[۱]

۴۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن امیہ نے ایک مستامن کو قتل کر دیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ دیت ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔[۲]

۵۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذمیوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ جزیہ اسی لیے ادا کرتے ہیں کہ اس کے عوض اُن کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے جس طرح مسلمانوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ لہٰذا اسلامی حکومت کے تحت رہنے کی وجہ سے اُن کی جانیں اور اموال معصوم ہوں گے۔[۳] چنانچہ ابن عُیینہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا "دِیَۃُ کُلِّ ذمی مثل دیۃ المسلم" یعنی ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے مساوی ہے۔

۶۔ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں سندِ صحیح کے ساتھ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر اصحاب ابوبکرؓ عمرؓ و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ تک ہی نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی دور تک بھی اس تمام عرصہ میں ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔[۴] اور مراسیل ابن المسیب محدثین کے نزدیک صحاح کا حکم رکھتے ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ ذمی اور مستامن کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیلِ عقلی کے جواب میں صاحبِ بحر فرماتے ہیں کہ عورت کی دیت میں کمی اس لیے نہیں ہے کہ صفتِ انوثت کو اس میں دخل ہے اور اس پر یہ کہا جاتا ہے کہ کفر اس سے بھی کم درجہ کی چیز ہے۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ عورت کے اندر مرد کے مقابلہ میں ملکیت کی صفت میں کمی اور نقصان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت نکاح کی ملکیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ملکیت مرد کو حاصل ہوتی ہے۔ اس

---

[۱] مرقاۃ شرح المشکوٰۃ جلد ۷، ص ۸۰ ملتان ایڈیشن۔
[۲] البحر جلد ۸ ص ۳۷۵ - [۳] البقاء
[۴] مرقاۃ شرح المشکوٰۃ جلد ۷، ص ۸۰

اعتبار سے کافر بھی مساوی درجہ رکھتا ہے لہٰذا وہ دیت میں بھی مسلمان کے مساوی ہوگا۔[۱]

علاوہ ازیں عورت کی دیت مرد کی دیت سے کم کسی عقلی وجہ کی رو سے نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ اجماع صحابہ کی وجہ سے ہے۔[۲]

ذمّی کی دیت، مسلمان کی دیت سے نصف ہونے پر یا مجوسی کی آٹھ سو درہم ہونے پر جو روایات نقل کی گئی ہیں یا اُن کے علاوہ اور بھی جو اس طرح کے آثار ہیں اُن سب کے بارے میں احناف کا موقف یہ ہے کہ یہ آثار جس طرح نصف دیت پر دلالت کرتے ہیں، کامل دیت پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

لہٰذا انہوں نے ان آثار کو ترجیح دی ہے جو کامل دیت پر دلالت کرتے ہیں اور وجہ ترجیح اُن کے نزدیک یہ ہے کہ یہ آثار آیت مذکورہ کے ظاہر سے زیادہ مطابقت اور موافقت رکھتے ہیں۔

عورت کی دیت دفعہ نمبر ۲۲

نفس اور اعضاء میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی[۳] اور جس عضو میں دیت مقرر نہ ہو اس میں حکومتِ عدل واجب ہوگی[۴]

تشریح:-

حکومتِ عدل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک حکومتِ عدل میں مرد اور عورت برابر ہوں گے۔ اور بعض کے نزدیک عورت کی حکومتِ عدل بھی مرد کی حکومتِ عدل سے نصف ہوگی لیکن ترجیح پہلی صورت کو حاصل ہے۔[۵]

عورت کی دیت نصف ہونے کی درحقیقت وجہ یہ ہے کہ میراث اور شہادت میں مرد کے مقابلے میں عورت بمنزلہ نصف کے ہے اس لیے دیت میں بھی مرد کا نصف ہوگی۔[۶]

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۷ ص ۹
[۲] البحر جلد ۷ ص ۳۷۵ (ملتان ایڈیشن)
[۳] الدر المختار جلد ۵ ص ۳۸۰
[۴] ایضاً　　[۵] ایضاً
[۶] البدائع جلد ۷ ص ۲۵۴

آیت مذکورہ میں عورت اور مرد کی دیت کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ البتہ صحابہ کا اجماع اس بات پر ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف واجب ہوگی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوگی، اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ لہذا اس پر اجماع منعقد ہوگیا۔[1]

مشہور محدث امام بیہقیؒ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔" عقل المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس وما دونها" یعنی عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی اس کا اعتبار نفس اور اعضاء دونوں پر ہوگا۔ امام شافعیؒ اسی روایت کو حضرت علیؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ دونوں سے نقل کرتے ہیں۔[2]

علامہ ابن قدامہؒ، ابن منذرؒ اور ابن عبداللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ" اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے"۔ پھر اس کے خلاف ابن علیہؒ اور اصمؒ کی مخالفت کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ دونوں مرد اور عورت کی دیت کو برابر قرار دیتے ہیں۔ لیکن علامہ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قول شاذ اجماع صحابہ اور سنت رسول کے خلاف ہے۔[3]

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی، خواہ دیت نفس ہو یا نفس سے کم یعنی اعضاء کی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دیت کی مقدار تیسرے حصے تک ہو تو اس میں مرد اور عورت برابر ہوں گے البتہ تیسرے حصے سے زائد میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی۔[4] یہی موقف امام مالکؒ، امام احمدؒ اور دیگر حضرات کا بھی ہے۔ یہ حضرات اسماعیل بن عیاش بروایت ابن جریج یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"۔ عقل المرأۃ مثل عقل الرجل حتی یبلغ العقل الثلث من دیتها" یعنی عورت کی دیت مرد کی دیت کے تیسرے حصے تک

---

[1] البدائع جلد ۷ ص ۲۵۴ [2] ایضاً

[3] المغنی جلد ۹ ص ۵۳۲

[4] الدر المختار جلد ۵ ص ۳۸۹ فصل فی الجنین۔

پہنچنے میں ایک جیسی ہو گی۔ مگر صاحب مرقاۃ نے اسماعیل بن عیاش اور ابن جریج کے بارے میں ضعیف ہونے کا قول نقل کیا ہے ۔ نیز یہ حضرات زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ آپ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مگر یہ منقطع حدیث ہے جو احناف کی پیش کردہ دلیل کے مقابلے میں قوی نہیں ہے[۱]۔ علاوہ ازیں احناف فرماتے ہیں کہ روایت کے الفاظ یعنی " دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل " عام ہیں۔ اس میں کوئی تخصیص مذکور نہیں ہے۔ نیز یہ کہ جب دیت نفس کے بارے میں عورت کی دیت نصف ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے تو اعضاء جو نفس کے تابع ہیں۔ ان کے اندر بھی نصف کا اعتبار کیا جائے گا۔ ورنہ تابع (صفت) کی متبوع (موصوف) پر فوقیت لازم آئے گی جو خلاف حقیقت ہے[۲]۔

(باقی)

ایک گذارش

جناب قاضی بشیر احمد صاحب کے تعاون کے جہاں ہم بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنے مضمون کی اشاعت کے لیے ترجمان القرآن کو پسند فرمایا، وہاں ہم معاصرین اور قارئین کی توجہ مجلہ نگاری کی اس معروف حقیقت کی طرف مبذول کراتے ہیں کہ کسی مضمون کے شائع کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ شائع کرنے والا ادارہ اس کے حرف حرف سے متفق ہوتا ہے، یا ہر مضمون نگار خاص اس کے طرزِ فکر کی نمائندگی کرتا ہے۔ قاضی صاحب نے ایک ایسے دینی مبحث پر لکھا جو بحالاتِ موجودہ اہمیت رکھتا ہے اور اسے ہم نے چھاپ دیا تاکہ مختلف ذہنوں میں متعلقہ موضوعات پر سوچنے کی تحریک ہو۔

راقم الحروف کا اپنا ذاتی نقطۂ نظر قدرے مختلف ہے۔ مثلاً میں سمجھتا ہوں کہ فقہِ مذاہب اربعہ کے طرز پر مختلف ائمہ اور پیروانِ ائمہ کے ارشادات کو سامنے لا کر ان کا تجزیہ و موازنہ کرنا چاہیے۔ فرقہ وارانہ ذہنیت کارفرما نہیں ہونی چاہیے جو بالعموم کلام میں تلخیاں پیدا کرتی ہے۔ نیز قدیم قانونی اصطلاحات کو درج کرتے ہوئے ان کی وضاحت کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں نئے حالات میں بعض نئی چیزوں کو شامل بحث کرنا چاہیے۔ مثلاً قتلِ عمد کے منصوص آلات و ذرائع کی تعریف جن دوسری اشیاء پر منطبق ہوتی ہے، مثلاً پستول کی گولی۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر بعض مہلک شعاعوں یا برقی لہروں کا استعمال۔ اسی طرح قانونِ شہادت کے تحت ان قرائن کی حیثیت کو متعین کرنا

ضروری ہے جو جدید سائنٹیفک تحقیقاتوں کے رُو سے بدیہی اور حتمی حقیقت اختیار کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان اجتہادی مباحث کے بغیر توانین فقر پر جو مضامین لکھے جائیں گے ان میں عکاسی چند صدی پہلے کے اجتہادی فیصلوں کی ہوگی ۔ اس صورت میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ خود میرے ذہن میں بہت سے اشکال پیدا ہوئے ۔

مگر الحمد للہ کہ میرے دل میں کوئی تلخی و بیزاری مختلف حالیہ بحثوں کو پڑھتے ہوئے پیدا نہیں ہوئی بلکہ بعض جارحانہ حملوں سے بھی میں نے صرفِ نظر کیا ۔

پس گذارش ہے کہ کسی رسالے اور اُس کے مضمون نگاروں کے تعلق کو صحیح طور پر سامنے رکھیے ، اور اختلافات کو پیرایہ رحمت میں پیش کیجیے ۔ اہل دین کی باہمی طنز و تعریض اُن کے مخالفین کی نگاہوں میں سرے سے شریعت ہی کو بے وزن بنا دے گی ۔

بعض احباب نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ پوری ایک کتاب کو بالاقساط ترجمان القرآن میں شائع کرنا کچھ زیادہ مناسب نہیں ہے ۔ میرا بھی خیال یہی ہے کہ اس سلسلے میں اب کہیں رکنا چاہیے ۔ کیونکہ ہمارے پاس صفحات کم ہیں ۔ قاضی صاحب بقیہ حصوں کو کتابی صورت میں لا سکتے ہیں ۔ ترجمان القرآن میں تو صرف ایسے مضامین آنے چاہییں جو اگر ایک ہی مرتبہ نہ چھپ سکیں تو زیادہ سے زیادہ دو تین اقساط میں مکمل ہو جائیں ۔ (مرتب)